محرّم الحرام

حقیقت کے آئینے میں

محرّم الحرام فی ضوء الواقع

از افادات:

علاّمہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ ومولانا عبدالسلام رحمانی حفظہ اللہ

مستفاد من تالیف:

الشیخ عطاء اللہ حنیف بھوجینانیؒ والشیخ عبدالسلام رحمانی حظہ اللہ

نظرثانی: شفیق الرحمٰن ضیاءاللہ

مراجعہ: شفیق الرحمٰن ضیاءاللہ

ناشر:

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند

اہل حدیث منزل۔۱۴۱۶۔اردو بازار جامع مسجد دہلی ٦

الناشر:

جمعیۃ اہل الحدیث بعموم الہند

محرم الحرام ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ''حرمت والے مہینے'' قرار دیا ہے ۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حرمت والے مہینے والقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں ۔(کتاب التفسیر سورہ براءۃ)

اسی مہینے سے ہجری سن کا آغاز ہوتا ہے ۔ہجری سن کا استعمال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں شروع ہوا، اس سے پہلے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہجرت اور وفات کے درمیانی سنین کو خاص خاص نام سے موسوم کیا کرتے تھے ۔مثلا ہجرت کے بعد والے پہلے سال کو''سنہ اذان'' دوسرے کو ''سنہ امر بالقتال'' تیسرے کو ''سنہ تمحیص'' چوتھے کو''سنہ ترفئہ'' پانچویں کو''سنہ زلزال'' چھٹے کو''سنہ استیناس'' ساتویں کو''سنہ استغفار'' آٹھویں کو''سنہ استوار'' نویں کو''سنہ براءۃ'' دسویں کو''سنہ وداع'' کے نام سے یاد کیا کرتے تھے لیکن ظاہر ہے اسطرح سنین کا تسلسل قائم رکھنا ممکن نہ تھا۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت سنہ ۱۷ھ میں ابوموسیٰ اشعریؓ نے جب کہ وہ یمن کے گورنر تھے حضرت عمرؓ کو اس طرف توجہ دلائی تو امیر المومنین حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور حضرت علیؓ کے مشورے سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے واقعہ کو اسلامی سنہ کی ابتداء قرار دے کر اسلامی سنین کا شمار شروع کیا

اور چونکہ سنہ ۱۳ھ سن نبوت کے ماہ ذی الحجہ کے اواخر میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا عزم کرلیا گیا تھا اور اس کے بعد جو چاند نکلا وہ محرم کا تھا اس لئے حضرت عثمانؓ کے مشورے سے محرم کو ہجری سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا (فتح الباری کتاب مناقب الانصار باب التاریخ ح:۳۹۳۴، رحمۃ للعالمین ج۔۳)

دین کی حفاظت وصیانت اور اس کی سربلندی کیلئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آبائی وطن مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف جو ہجرت فرمائی تھی اور جس کی ابتداء آپ کے جانثار مہاجر صحابہ نے کی تھی ۔یہ ہجری سن ہمیں اس واقعہ کی یاد دلاتا ہے اور اگر دینی حس بیدار ہو تو دین کی بقاو سربلندی کیلئے قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

اور یہ ماہ محرم الحرام جسے اسلامی سن کا پہلا مہینہ ہونے کا شرف حاصل ہے اور جو حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے اس کی دسویں تاریخ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے روزہ رکھا ہے اور اس دن کے روزہ کو ایک خصوصی فضیلت والا روزہ قرار دیا ہے رمضان کے روزے کی فرضیت سے پہلے محرم کی دسویں تاریخ (یوم عاشوراء) کا روزہ فرض تھا بعد میں یہ روزہ فرض تو نہیں رہا لیکن اس روزے کی مشروعیت برقرار رہی۔

اس دسویں تاریخ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر نصف صدی کا عرصہ گزر جانے کے بعد محرم سنہ ۶۱ھ میں واقعہ پیش آیا جو واقعہ کربلا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو اسلامی تاریخ کا مشہور ترین واقعہ بن گیا ہے اور جس واقعہ نے استحقاق سے زیادہ ہمیں اپنی طرف کھینچا اور ضرورت سے زیادہ ہمیں الجھایا ہے۔اس واقعہ کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ اس کو نیکی و بدی ' یا جمہوریت وملوکیت کی لڑائی کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ قطعا بے بنیاد ہے۔

فضائل ومسائل یوم عاشوراء

حضرت عائشہ نے فرمایا: قریش زمانہ جاہلیت میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپ مدینہ تشریف لائے تو بھی آپ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی حکم دیا، مگر جب رمضان مگر جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو آپ نے اس کا اہتمام ترک کردیا اور فرمایا اب جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ (بخاری ومسلم وابوداوٗد باب صیام یوم عاشوراء)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ عاشوراء کے دن یہود روزہ رکھتے ہیں، فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے، تم لوگ کیوں اس دن روزہ رکھتے ہو؟ تو انھوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے، اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دلائی اور فرعون اور اسکی قوم کو غرقاب کردیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر یہ اس دن روزہ رکھا تھا اور ہم بھی اسی خوشی میں روزہ رکھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوشی میں شرکت اور اس پر ادائے شکر کی نیت سے) اس دن کا روزہ رکھنا شروع کیا اور صحابہ کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری ومسلم، باب مذکور)

ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم عاشوراء کے سوا اور اس ماہ رمضان کے سوا اور کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر خاص طور سے روزہ رکھتے نہیں دیکھا ہے (بخاری ومسلم باب مذکور)

سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو اسلم کے ایک شخص کو لوگوں میں اس بات کے اعلان کر دینے کا حکم دیا کہ جو کھا چکا ہو تو وہ دن کے باقی حصہ میں کھانے پینے سے رکا رہے اور جس نے نہ کھایا ہو اسے روزہ رکھ لینا چاہئے کیونکہ آج عاشوراء کا دن ہے (بخاری ومسلم، باب مذکور)

ربیع بنت معوذ نے کہا کہ عاشوراء کی صبح کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی بستیوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورا کرے، اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔ ربیع نے کہا کہ پھر بعد میں بھی ہم اس روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے تھے۔ انھیں ہم روئی کا ایک کھلونا دے کر بہلاتے رہتے، جب کوئی کھانے کیلئے روتا تو وہی دے دیتے یہاں تک کہ افطار کا وقت آ جاتاں (بخاری باب صوم الصبیان، ومسلم باب صوم یوم عاشوراء)

جابر بن سمرةؓ سے روایت ہے کہ ''انھوں نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے اور ہمیں اس پر ابھارتے اور اس کا خیال رکھنے کی تاکید فرماتے لیکن جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو آپ ہمیں نہ اسکا حکم دیتے تھے نہ نہ اس سے روکتے تھے نہ اس کا خیال رکھنے کی تاکید فرماتے تھے (مسلم باب مذکور) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: اہل خیبر یوم عاشوراء کا بڑا اہتمام کرتے تھے اس دن وہ لوگ روزہ رکھتے اور اس کو عید کا دن قرار دیتے اور اس دن اپنی عورتوں کو اچھے اچھے لباس اور زیورات پہناتے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ

تم تو اس دن بس روزہ رکھو۔(مسلم باب مذکور)

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اسکا حکم دیا' لوگوں نے ایک بار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اس دن کو یہود و نصاریٰ بڑی اہمیت دیتے ہیں (مطلب یہ تھا کہ آپ تو ہمیں ان کی مخالفت کا حکم دیتے ہیں اور یوم عاشوراء کے معاملہ میں موافقت ہوئی جارہی ہے۔(مرعاۃ ج۳ص۲۷۲) تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ سال اگر اللہ نے چاہا تو ہم نویں تاریخ کو روزہ رکھیں گے۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ انتقال فرما گئے۔(مسلم باب مذکور)

فضائل محرم' یوم عاشوراء کی بابت یہ بعض صحیح روایات تھیں جو نقل کی گئی ہیں' ان روایات کے علاوہ بھی اس موضوع پر صحیح روایتیں آتی ہیں مگر اس سلسلہ کی تمام روایتوں کا استقصاء نہ مقصود ہے نہ اسکی ضرورت' البتہ اجمالی طور پر اس بات کو واضح کر دینا ضروری ہے۔

کہ ان روایات سے اس مہینہ میں روزہ کے سوا کوئی عمل ثابت نہیں ہے اور اس عمل پر اجر وثواب کی بھی کوئی بہت طول طویل فہرست نہیں ہے جیسا کہ بعض موضوع' ضعیف روایات میں بیان کیا گیا ہے۔صوم یوم عاشوراء پر اجر وثواب کے سلسلہ میں وہی صحیح روایت آتی ہے جو مسلم وابوداود کے حوالہ سے اوپر گذری کہ اس دن کے روزہ کے بدلے ایک سال گذشتہ کی خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اور صوم ماہ محرم کو ماہ رمضان کے روزوں کے بعد افضلیت عطا کی گئی ہے۔

ماہ محرم میں اس عمل کے علاوہ جتنے اعمال وخرافات کئے جاتے ہیں وہ سب بدعات ومحدثات ہیں' شریعت سے ان اعمال کا کوئی تعلق نہیں۔

ماہ محرم کی بدعات

اہل سنت و جماعت کے غور کیلئے

محرم کی شرعی حیثیت صرف اتنی ہے کہ اس میں صرف نفلی روزے رکھے جاسکتے ہیں خصوصا عاشورہ کے دن کا روزہ بڑی فضیلت والا ہے کہ اس سے ایک سال کے گناہ معاف ہوجاسکتے ہیں (مشکوٰۃ)

لیکن حسب فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم (صوموا قبلہ یوما او بعدہ یوما) اخرجہ احمد فی مسندہ ص:۲۱' ج:۴ طبع احمد شاکر وقال: اسنادہ حسن) ''نو یا گیارہ محرم کا روزہ ملا کر دو روزے رکھ لینے چاہئیں'' اس کے علاوہ اس دن میں کسی چیز کا ثبوت نہیں۔

عام اہل اسلام خصوصا اہل سنت و جماعت کی آگاہی کیلئے یہ گذارش کرنا ہے کہ اس ماہ میں رواج یافتہ بدعات سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔

اس عشرے میں یا خاص عاشورے کے دن خصوصی کھانے پکانا' دانے جوش دینا' سبیلیں لگوانا' ایسی سبیلوں سے پانی پینا' ماتمی لباس پہننا' سرمہ لگانا' قبروں کی زیارت کیلئے جانا اور ان پر تازی مٹی ڈالنے کا اہتمام کرنا وغیرہ یہ کام بدعت اور ناجائز ہیں۔

جیسا کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے ابن حجر مکی شافعی کی ''الصواعق المحر قہ'' سے اپنی جناب ''ماثبت بالسنۃ'' میں تسلیما نقل کیا ہے۔
بالخصوص جو چیز حضرت حسینؓ یا کسی دوسرے کے نام کی ہو وہ ''مااہل لغیر اللہ بہ'' میں داخل اور حرام ہے۔ نیز یہ جو رواج ہو گیا ہے کہ اس عشرے میں واقعات بڑی رنگ آمیزی سے بیان کئے جاتے ہیں ان سے اجتناب بھی بڑی ضروری ہے۔ اسلیئے کہ
اوّلاً: اسطرح یہ امر محرم کی خصوصیت معلوم ہونے لگی ہے جو درحقیقت نہیں ہے۔
ثانیا: اس کو صحابہ کرام خصوصا حضرت معاویہؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں کی تنقیص کا ذریعہ بنالیا گیا ہے۔
ثالثا: ان واقعات میں رونے رلانے والی بہت سی کہانیوں کا ثبوت سخت مشکوک اور مخدوش ہے۔ ان کا اکثر حصہ ایک داستان گو ابو مخنف لوط بن یحییٰ متوفی ۱۵۷ھ کی افسانہ طرازی ہے جو ایک کٹر قسم کا دروغ گو بتایا جاتا ہے جیسا کہ اس طرف آٹھویں صدی کے مستند مورخ حافظ ابن کثیر نے اسکی اشتعال انگیز اور مبالغہ آمیز کہانیاں بیان کر کے اشارہ فرمایا ہے۔ (فی بعض ما اوردناہ نظر۔۔۔۔اکثر من روایہ ابی مخنف لوط بن یحییٰ وقد کان شیعیا وہو ضعیف الحدیث (البدایہ والنہایہ ص: ۲۰۲ ج ۸)
ومیزان الاعتدال ص ۱۹ اج ۴ للذہبی) وہ لکھتے ہیں کہ (لایوثق بہ ترکہ ابوحاتم وغیرہ وقال الدارقطنی: ضعیف وقال ابن معین: لیس بشئ وقال ابن عدی: شیعی محترق صاحب اخبارہم)۔ ایسا ہی لسان المیز ان میں ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص کسی کام کا نہیں۔ یہ ائمہ جرح وتعدیل کی اس شخص کے بارے میں شہادتیں ہیں۔ جس کی تائید اس کی تالیف ''مقتل الحسین'' سے ہوسکتی ہے جو طبع ہو چکی ہے۔ اس میں ایسی باتیں اس نے درج کی ہیں کہ جن کو عقل تسلیم نہیں کرسکتی۔ عجائب وغرائب اور تضادات کا پلندہ ہے۔ بنابریں بلاتحقیق کوئی قصہ بیان کرنے سے نادانستگی میں کئی غلط باتوں کو شہرت ہو جاتی ہے

جو (کفی بالمرء اثما ان یحدّث بکل ماسمع (حدیث) کے ضمن میں آتا ہے
اتفاقا ایسا ہو گیا کہ حضرت حسین کی مظلومانہ شہادت دس محرم ۶۱ھ کو وقوع میں آ گئی، لیکن ایسے ہی یکم محرم کو 'ایرانیوں یہودیوں اور عیسائیوں کی سازش سے حضرت عمرؓ کو جب کہ صبح کی نماز پڑھانے کیلیئے آپ تیار ہو رہے تھے' خنجر سے ناگہانی شہید کر دیا گیا، جس طرح کوئی دینی حیثیت یکم محرم کو حاصل نہیں اسی طرح عاشورے کے دن حضرت حسینؓ کی شہادت سے اس دن کا کوئی امتیاز نہیں ملا۔
حضرت حسینؓ کی شہادت مظلومانہ اس لئے ہوئی کہ آپ کوفہ والوں کے زور دینے پر کہ آپؓ کوفہ تشریف لے آئیں تو اہل کوفہ یزید کی بجائے ان سے بیعت خلافت کرلیں گے مکہ معظّمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے باوجودیکہ اکابر صحابہ نے ان کو بزور یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ ہرگز کوفہ نہ جائیں نہ اہل کوفہ پر ذرہ بھر اعتماد فرمائیں (ملاحظہ ہو: تاریخ الطبری، والبدایہ وغیرہ)
اسی طرح ان جلسوں، جلوسوں اور تعزیوں کی اسلام میں کوئی اصل نہیں اس قسم کی رسمیں باطنی فرقہ کے ایک بادشاہ معزالدین نے ۳۵۲ھ میں ایجاد کی تھیں۔ اس سے پہلے ان کا کوئی کسی زمانے میں۔۔۔۔وجود نہیں ملتا (ملاحظہ ہو: البدایہ والنہایہ ص: ۲۴۳

۔ج ا ا' نیز مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی کی اردو تاریخ اسلام ص ۶۵ ج ۲ طبع کراچی میں اسکی تفصیل موجود ہے)۔

ایک یہ رسم بھی چل نکلی ہے کہ محرم کو ماتمی مہینہ سمجھکر اس میں شادیاں بند کردی جاتی ہیں۔ اہل سنت و جماعت کو چاہیے کہ اس خیال فاسد کو ذہنوں سے کھرچنے کی کوشش کریں اور عملاً اس غلط رسم کو حرف غلط کی طرح مٹانے کا عزم کریں' اس طرح کہ محرم میں شادیاں کریں اور دوسرے لوگوں کو بتادیں کہ محرم ماتمی مہینہ نہیں ہے۔ حضرت حسین کی شہادت کے بارے میں ماتم کا جو طرز اختیار کیا جاتا ہے اسلام میں اس کا قطعاً کوئی جواز نہیں۔

ہماری غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ بعض لوگوں نے تو خیر تعزیہ وغیرہ کو اپنا مذہبی شعار بنالیا ہے لیکن اہل سنت و جماعت کو چاہئے کہ حقائق ثابتہ پر غور کریں۔ بدعات سے بچیں۔ خود نہ تعزیہ نکالنے کا ارتکاب کریں نہ اس قسم کے جلوسوں میں شامل ہوں اور نہ ہی ان کو دیکھکر دینی و دنیوی مشکلات سے دوچار ہونے کے اسباب پیدا کریں۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد و بارک وسلم

محرّم الحرام فی ضوء الواقع

مستفاد من تالیف:

الشیخ عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ والشیخ عبدالسلام رحمانی حفظہ اللہ

مراجعہ: شفیق الرحمٰن ضیاء اللہ

الناشر:

جمعیۃ اہل الحدیث لعموم الہند